© rasailojaraid.com

سمیع الحق مدیر الحق

سیرت کی اہمیت اور جامعیت

رسول کریمؐ اور امت کے باہمی حقوق

سیرت طیبہ کے موضوع پر یہ تقریر مدیر الحق نے پچھلے سال ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ کو پاکستان ائیرفورس اکیڈمی رسالپور کی تقریب سیرت میں فرمائی جسے احقر نے بعینہٖ من وعن ٹیپ ریکارڈ سے ضبط کر لیا اور اب قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ (شفیق فاروقی)

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلاً۔ وما ارسلناک الا رحمۃً للعالمین۔

محترم بھائیو! آج ہم سرورِ کائنات رحمۃ للعالمین کی بارگاہِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کیلئے جمع ہیں اور یہ خراجِ عقیدت کیا چیز ہے؟ اگر آج کے دن محمد عربی کے ایک ارب غلام مل کر اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیں اور سب کے سب حضورؐ پر نثار ہوں تب بھی حضورؐ کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔

شاہ فیصل کیلئے دعائے مغفرت اور آج کا دن تو پورے عالم اسلام کیلئے خوشیوں اور مسرتوں کا دن ہے۔ دوسری طرف سوء اتفاق سے پورے عالم اسلام کے لئے ایک عظیم المیہ کا دن بھی ہے کہ حرمین الشریفین کے خادم جلالۃ الملک فیصل المعظم نے بھی گویا اسلام کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر دیا انہوں نے کل ہی جام شہادت نوش کیا ہے۔ اور آج اب سے کچھ دیر بعد ان کی تدفین عمل میں لائی جائے گی۔ ان کا دل اسلام کے درد سے لبریز تھا۔ انہوں نے حرمین اور آقائے مدینہ کے شہر کی وہ خدمت کی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک طرف وہ اتحادِ عالم اسلام کے علمبردار تھے دوسری طرف پورے روئے زمین کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ان کا دل تڑپتا تھا اس لحاظ سے آج پورے درد اور غم کا بھی دن ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اس بابرکت موقعہ پر جناب شاہ فیصل مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو ان کی متبادل شخصیت عطا فرما دے۔ انہوں نے مسلمانوں کا شیرازہ مجتمع کرنے کی سعی کی اور مسلمان تو سارے عالم کے مشرق و مغرب کے ایک جسم ہیں۔ اب اگر جسم کے ایک حصہ پر مصیبت آجائے تو دنیا کے سارے مسلمانوں کو اس سے صدمہ ہونا لازمی ہے۔

سیرت کی وسعت اور ہمہ گیری محترم دوستو! آج ہم اس تقریبِ سیرت میں نبی کریم علیہ السلام کی سیرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطہرہ کے بارہ میں کچھ کہنے کچھ سننے کیلئے جمع ہوئے ہیں اور میں حیران ہوں کہ حضور نبی کریم کی سیرت مطہرہ کے بارہ میں اس مختصر وقت میں محدود علم کے ساتھ کیا کہوں۔ اور یہ تو وہ مقام اور وہ موضوع ہے، جہاں جنید و شبلی اور عطار و جامی کی سانس رُک جاتی ہے۔ اور جہاں امام رازی اور امام غزالی جیسے بزرگان امت بھی محو سیرت ہو جاتے تھے۔ تو ہم سب مل کر بھی حضور کی سیرت بیان کرنا چاہیں تو کچھ بھی حق ادا نہیں ہو سکتا ۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رساند عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

ہمارے سامنے حضورؐ نے ایک پورا نظام رکھ دیا ہے جسے اسلام سے، دین سے، شریعت سے، اور سیرت مطہرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم اور سنت نبوی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ان تمام باتوں کا اگر خلاصہ کسی لفظ میں نکل سکتا ہے تو وہ ہے سیرت۔ اب ایک طرف شریعت اسلامیہ کی جامعیت، ہمہ گیری، تعلیمات نبوی کی وسعت، قرآن کریم کا اعجاز عالمگیری اور ہمہ گیری ان ساری چیزوں کو سامنے رکھ کر کیا کوئی مختصر وقت میں ہزارواں لاکھواں حصہ بھی بیان کر سکتا ہے؟

حضرت عائشہؓ ام المومنین سے کسی نے دریافت کیا کہ حضورؐ کے اخلاق مبارکہ کیا تھے؟ فرمایا: کہ تم قرآن کریم نہیں پڑھتے۔ وکان خلقہ القرآن حضورؐ کی سیرت و حالات حضورؐ کے اخلاق، یہ سارے کے سارے تو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ الحمد سے والناس تک قرآن حضورؐ کی سیرت مطہرہ ہے۔ اب قرآن کیا ہے؟ فرمایا: لا ینقضی عجائبہ۔ اس کے مضامین اس کے علوم و معارف قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے چودہ سو برس سے صحابہؓ، تابعین، ائمہ کرام، علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء طرح طرح سے اس کی شرح و تفسیر کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہر نیا مفسر اس بحر مواج سے وہ وہ نکتے اور موتی نکالتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ چودہ سو برس میں اس نکتہ کیطرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ اس کے علوم و مضامین قیامت تک کے لئے چیلنج بنے رہیں گے۔

جامع کامل اور لافانی اسوہ

اب جب قرآن حضورؐ کی سیرت ہے تو حضورؐ کی سیرت بھی اپنی ظاہری و معنوی وسعتوں کے باوجود قیامت تک مشعل راہ بنائی گئی۔ اب قیامت تک ہزاروں سال ہیں؟ لاکھوں کروڑوں سال ہیں۔ خدا کے علم میں ہے۔ تغیرات، تبدلات، انقلابات آتے رہیں گے۔ تہذیب اور تمدن بدلتے رہیں گے، علوم میں، سائنس میں، انکشافات میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ اور یہی سیرت ہی رہنمائی کرے گی۔ حضورؐ کا لایا ہوا قرآن ہی رہنمائی کرتا رہے گا۔ اور انبیاء کرام کی سیرتیں محدود مدتوں کے لئے مشعل راہ بنائی جاتیں سو سال، دو سو سال پانچ سو سال ہزار سال تک امتوں کی رہنمائی کرتا تھا۔ مگر جو قیامت تک نبی بنا کر بھیجا گیا جو عرب و عجم جو افریقہ اور جو ایشیا کے لئے اور جو کالے اور جو گوروں کیلئے اور جو ہر دور ہر زمانہ کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا، ان کی سیرت کے ارتقائی پہلو کا کوئی حد و حساب ہو سکتا ہے؟ آسمانوں پر انسان پہنچنے کی کوشش کرے گا، ستاروں پر کمند ڈالے گا، چاند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو مسخر کرے گا۔ سورج پر کمند ڈالنے کا سوچے گا۔ یہ سب کچھ ہونا تھا آپ کے بعد۔ اور جب علم وفن اور انکشاف کے ایسے دور آنے تھے تو ظاہر ہے کہ حضورؐ کی سیرت ہر لحاظ سے جامع اور مکمل کیوں نہ بنائی جاتی۔ اسی لئے تو فرمایا ــــ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

تعلیمات الٰہی کا جو سلسلہ حضرت آدم سے چلا تھا۔ تو آج نوامیس نبوت کی تکمیل ہوگئی۔ اور خدا نے حضورؐ اور ان کی تعلیمات اور سیرت کے ذریعہ اپنی نعمتیں مکمل فرما دیں۔ اب کسی اور سیرت کی ہرگز ضرورت نہیں اس لئے ساری سیرتیں خدا نے معدوم کر دیں اور ایک ہی سیرت کو مکمل و محفوظ بنا دیا۔ کسی اور کتاب ہدایت کی ضرورت نہیں، اب کوئی دوسرا نسخۂ فلاح و نجات نہیں آئے گا۔ تو جن چیزوں سے خدا نے نعمتوں کی تکمیل فرما دی، اس کی تعبیر آپ سیرت سے کریں، قرآن و سنّت سے کریں، شریعت سے کریں، اسلام اور دین سے کریں تو کر سکتے ہیں۔

قرآن مجسم | تو جیسا کہ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا کہ حضورؐ کو قرآن مجسم بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھ دیا الٓمّٓ سے والناس تک کتابی قرآن تھا۔ تو حضورؐ چلتا پھرتا قرآن بنے۔ زندۂ جاوید اور متحرک قرآن، بولتا ہوا قرآن۔ کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم میں جہاں اللہ کی ذات و صفات کا ذکر ہے۔ اور جو آیات ذات و صفات سے تعلق رکھتی ہیں وہ نبی کریم کے عقائد ہیں۔ جو آیات حلال و حرام اور احکام سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضورؐ کے اعمال اور قوانین ہیں۔ جو آیات حسن خلق سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضورؐ کا حسنِ معیشت ہیں جو معاملات سے متعلق ہیں وہ آپ کا حسنِ معاشرت ہے۔ جو آیات توجہ الی اللہ، انابت الی اللہ، روحانیت اور تصوّف سے تعلق رکھتی ہیں وہ حضورؐ کی خلوت ہے۔ جو آیات انبیاء کے قرب، قربانیوں اور کمالات سے متعلق ہیں۔ وہ حضورؐ کی عبدیت ہے۔ جو آیات خشوع و خضوع سے متعلق ہیں وہ حضورؐ کی شانِ عبدیت ہیں۔ جن آیات میں دعوت الی الخلق تہذیب نفس، تربیت اخلاق کا ذکر ہے وہ حضورؐ کی جلوت ہیں۔ جن آیات میں خلافت و حکومت کا ذکر ہے وہ آپ کی سیاست ہے۔ جن آیات میں کفر و باطل کی کشمکش کا ذکر ہے۔ وہ حضورؐ کا جہاد ہے۔

الغرض قرآن کریم کی زندہ اور عملی تعبیر حضورؐ نے اپنی ذات کی شکل میں پیش کر دی ــــ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ــــ آپ کی سیرت کے بغیر نہ ہمیں قرآن کام دے سکتا ہے نہ ہم اچھے برے کی تمیز کر سکتے ہیں۔

ضرورتِ نبوت | نبی نہ ہوتے تو بڑے بڑے عقلاء اور فلاسفہ کو ہدایت کے راستے معلوم نہ ہو سکتے نہ سائنس اور مشاہدہ سے منطق اور فلسفہ سے انسان کی رہنمائی ہو سکتی۔ خدا نے فرمایا کہ: وقضی ربک الا تعبدو الا ایاہ۔ تمام انسانوں کو اللہ کی مخلوق کو صرف اُسی کی عبادت کرنی ہے۔ کسی مخلوق کے آگے سر نہیں جھکانا ہے۔ عبادت بندگی اور پرستش کی مستحق صرف ایک ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ ہوگی۔ اب عبادت کا مقصد؟ اس کی حقیقت کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طریقے کیا ہیں یعنی کچھ چیزیں ایسی ہیں جس سے معبود خوش ہوتا ہے اور وہ اس کی پسندیدہ ہیں کچھ ناپسندیدہ کچھ کاموں سے وہ راضی ہوتا ہے، کچھ کاموں اور باتوں سے ناخوش۔ پہلے کو مرضیات کہیں گے، دوسرے کو نامرضیات تو ایک صورت تو یہ تھی کہ خداوند تعالیٰ گھر گھر، گلی گلی، کوچے کوچے اعلان کرتے پھرتے کہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہوں اور ان باتوں سے ناخوش۔ اور دنیا کا ایک معمولی حکمران مختصر دائرے کا افسر بھی ایسا نہیں کرتا کہ ہر شخص کے پاس چل کر اپنی مرضیات اور نامرضیات بیان کرتا پھرے۔ بلکہ ایک اعلان جاری ہوتا ہے، فرمان جاری ہوتا ہے۔ بادشاہ کی طرف سے اور وہ سب کے لئے برابر ہوتا ہے۔ یا دوسری صورت یہ ہوتی کہ ہر شخص یہ کہتا کہ میں خود نبی کے بغیر خدا کی پسند اور ناپسند معلوم کر لیتا ہوں اس کی کوئی صورت بھی نہیں تھی ہم انسانی عقل کی ٹکریں آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔

ایک شخص حقیر اور فانی انسان خدا کی مرضیات خود کیسے معلوم کر سکتا ہے۔ آج ہم اپنے بنی نوع انسان کے بہت قریب ہو جاتیں، اٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا سب کچھ ہوتا ہو مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کن باتوں سے خوش کن باتوں سے ناخوش ہوتا ہے۔ جب تک وہ خود اظہار نہ کر دے۔ ایک دوست مہمان بن کر آتا ہے آپ اس سے معانقہ کر لیتے ہیں، دل سے دل ملا دیتے ہیں۔ مگر آپ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کون سے کھانے پینے اور کونسی چیز کا خواہشمند ہے۔ کن باتوں سے ناراض ہوگا کن چیزوں سے خوش۔ تو اللہ تعالیٰ کا پسند و ناپسند جو رب العالمین واجب الوجود ہے۔ اور انسان ایک فانی مخلوق کیسے معلوم کیا جا سکے گا۔

— تو خدا ہر ایک کے ساتھ نہ تو دل ملا سکتا ہے نہ خدا ہر ایک کے ساتھ بات کرتا پھرے گا، نہ خدا ہر گلی کوچے میں ہر ایک کو بتاتا پھرے گا کہ ان باتوں سے خوش اور ان سے ناخوش ہوتا ہوں نہ ہماری عقل میں اتنی طاقت ہے کہ خدا کی پسند اور ناپسند ہمیں معلوم ہو۔ اب اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا کہ خداوند قدوس ایک نبی کو بھیج کر کسی ذاتِ مقدس کو منتخب کر کے اس کو اپنی مرضیات اور نامرضیات سے آگاہ کرے چنانچہ اس سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے منتخب کیا نبوت، رسالت اور وحی کے ذریعہ اپنی مرضیات سے آگاہ کیا۔ نماز سے روزہ سے زکوٰۃ اور حج سے خوش ہوتا ہوں اتحاد و اتفاق اور محبت سے خوش ہوتا ہوں۔ جوا سے، شراب سے، مارنے پیٹنے سے باہمی شر و فساد سے ناراض ہوتا ہوں۔ یہ مرضیات اور نامرضیات سب کے سب نبی کریمؐ کے ذریعہ سے انسانوں کو معلوم ہو سکتے ہیں۔

اس ذاتِ مقدس کو خدا نے چن لیا تھا۔ اب آپ نے جو کچھ کیا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ خدا ان کاموں سے راضی ہوتا ہے۔ اور جن باتوں سے منع کیا جن سے گریز کیا وہ اس بات کی دلیل کہ خدا ان کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔ تو حضورِ اقدسؐ کے اقوال و افعال حرکات و سکنات، حضورؐ کی تقاریر، یہ سب کچھ سیرت اور شریعت کہلائیں گے۔ اب وقضیٰ ربك الا تعبدوا الا ایاہ۔ آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کو نبی کریم کے اقوال و افعال اور حرکات و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سکنات دیکھ کر عبادت کے طریقے اختیار کرنے ہوں گے۔ مرضیات پر چلنا اور نامرضیات سے بچنا چاہو تو آپ کے لئے ایک ماڈل ایک نمونہ ایک اسوۂ حسنہ نبی کریمؐ ہی کی ذات ہے ۔۔۔ تو شریعت اور سیرت اتنی ہمہ گیر اور جامع چیز ہے کہ سیرت کا بیان گویا پورے اسلام پوری شریعت اور پورے قرآن وسنت کا بیان کرنا ہوا۔ اور یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

زمانۂ بعثت نبوی

مختصراً اتنا عرض کرنا ہے کہ حضورؐ نے کیسے کیسے حالات میں اپنی سیرت مقدسہ کے ذریعہ انقلاب پیدا کیا اور دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور حضورؐ نے دنیا کو کن طریقوں سے تبدیل کیا، تہذیب وتمدن اور یہ شرافت پیدا کی بعثت کے وقت آپ عرب کو عجم کو ہند کو چین کو یورپ کو دیکھ سکتے ہیں یعنی دنیا کی حالت ایسی تھی کہ گویا ایک عظیم الشان محل جس کی ہر چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہو اور کچھ ظالموں نے ہر چیز الٹ پلٹ کر رکھ دی ہو۔ سونے کے کمرے کا سامان کچن میں ہو کچن کا سامان سونے کے کمرے میں رکھ دیا گیا ہو۔ گویا ہر چیز اپنے محل اور اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی اور اسی طرح انسانوں کے ہاتھوں خدا کی کائنات ظلم ووحشت اور بربریت سے بھر گئی تھی۔ اب حضور اقدسؐ نے آکر کیا کیا؟ ہر چیز کو اپنی اپنی جگہ پر سیٹ کر دیا، ہر چیز کو اس کا اصل مقام دیدیا۔

۔۔۔ اور دنیا میں ہر طبقہ کے کچھ حقوق ہوتے ہیں ہم میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہیں۔ بیٹا ہے تو اس پر باپ کے حقوق، باپ ہے تو اس پر اولاد کا حق کہ اسکی اچھی پرورش کرے، والدین کا حق یہ ہے کہ اولاد ان کے آرام و راحت کا خیال رکھے ان کے احسانات کا بدلہ دے شاگرد کا استاد پر حق، ہر استاد کا شاگرد پر، رعیت کا حاکم پر حاکم کا رعایا پر حق ہے۔ کوئی طبقہ انسانوں کا ایسا نہیں کہ دوسرے کے حقوق اس سے وابستہ نہ ہوں اور وہ فارغ البال ہو۔

رسول اور امت کا رشتہ

آج یہی کوتاہی ہے کہ ہر شخص صرف اپنے حقوق کو دیکھتا ہے۔ حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچتا کہ ہم پر کسی کا حق ہے اور کچھ فرائض بھی ادا کرنے ہیں۔ اسی طرح رسول اور امت کا رشتہ ہے۔ ان کے بھی ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ رسول کو خدا نے امت کے پاس بھیجا تو امت کے کچھ حقوق ہیں رسول پر۔ اور خدا نے وہ حقوق رسول کے ذمہ لگا دئے ہیں کہ یہ یہ حق امت کا پورا کرنا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں رسول کے بھی کچھ حقوق ہیں، یہ نہیں کہ رسول تو تمام حقوق پورے کر کے چلا گیا اور امت پر کوئی حق نہیں ۔۔۔ تو امت کا رسول پر یہ حق تھا کہ وہ اسے ہلاکت کی گہرائیوں سے نکال دے امت کو ظلمتوں سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈال دے اور ہلاکت کی بجائے نجات دیدے۔ اچھے اور برے کی تمیز سکھا دے۔ کیا حضورؐ نے یہ حق پورا کیا یا نہیں۔

رسول کریمؐ اور امت کے حق کی ادائیگی

تو آپ میں سے سب کو معلوم ہے کہ نبی نے ہمارا، امتوں کا، بنی نوع انسان کا حق ایسے اچھے طریقہ سے پورا کر دیا کہ اس طرح دنیا میں، کائنات میں کسی نے نہیں کیا، بنوت د

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسالت کی ادائیگی اور دعوت و تبلیغ کا کام جس انداز میں حضورؐ نے کیا کسی نبی نے اتنا نہیں کیا ہوگا۔ اوذیت فی اللہ مالم یوذ احد۔ امت کے غم میں ایک ایک انسان کے غم میں حضورؐ دن رات روتے رہتے۔ درد و سوز میں رہتے، ایک عجیب بے چینی اور گھٹن کی حالت طاری ہوجاتی خدا نے کہا کہ: ولعلک باخع نفسک علی آثارھم۔ میرے محبوب کیا تو غم کے مارے اپنے آپ کو مارنا چاہتا ہے، تیرا تو گلا اس غم سے گھٹ جائے گا اس بوجھ کے احساس کی وجہ سے کہ انسانوں کا کیا ہوگا۔ امت کا کیا ہوگا، کیسے خدا کے در پر آئیں گے، ایسی حالت ہوگئی جیسے کسی کا گلا گھونٹ دو اس کو عربی میں باخع کہتے ہیں فرمایا کہ تو نے تو فریضہ ادا کر دیا کچھ احساس غم میں کمی پیدا کر دو فریضہ کی ادائیگی تو فرما دی آپ نے اور فرمایا: انا ارسلنک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرا۔ ہم نے تمہیں بشیر بنا کر بھیجا ڈرانے والا، اللہ کیطرف پکارنے والا، اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

چراغ سے تشبیہ | چراغ سے تشبیہ دی تو چراغ کیا کرتا ہے۔ وہ ظلمتوں کا دشمن ہے۔ وہ رات کی ظلمتیں اپنی ضیاء باریوں سے منور کرنا چاہتا ہے۔ وہ جلتا رہتا ہے۔ کڑھتا رہتا ہے۔ اپنی ساری توانائی جب تک ختم نہ ہو، تیل سارا ختم نہ ہو، بتی میں ذرا بھی سکت باقی ہو چراغ جلتا رہے گا۔ سورج سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ کہ مراد سراج سے سورج ہی ہے۔ وجعلنا الشمس سراجًا وھاجا۔ آپ آفتاب نبوت ہیں مگر تعبیر یہاں سراج سے اسی لئے گئی کہ ؎ شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک۔

تو چراغ سے تشبیہ میں عجیب فصاحت و بلاغت ہے۔ تو نبی کریمؐ اپنی ضیاء باریوں سے تاریکیاں مٹاتے رہے ایک درد و سوز میں مبتلا رہتے کہ کسی طرح اس جاہلیت کی ظلمتیں مٹ جائیں اور سپیدۂ سحر جب تک طلوع نہ ہوا اس وقت تک اپنے کام میں وقفہ اور آرام نہیں فرمایا امت کے لئے رات بھر کھڑے روتے رہے۔ حدیث میں ہے کہ حالت ایسی ہوجاتی کہ ـــ لہ ازیز کازیز المرجل۔ سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہانڈی جوش مارتی ہو، رونے کی، کڑھنے کی، امت کے بارہ میں ایسی حالت ہوجاتی۔

انسانیت کا نجات دہندہ | خود فرمایا کہ میری اور آپ کی مثال ایسی ہے کہ ایک بہت بڑا لاوہ دہک رہا ہو۔ اور یہ انسان پروانوں کی طرح آ آ کر اس آگ میں کود رہے ہوں۔ جیسا کہ اب ہم اپنے اچھے اور برے کو نہیں پہچانتے اپنی ہلاکت اور نجات کو نہیں سمجھتے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں ایک ایک انسان کو پیچھے سے آ کر پکڑنا چاہتا ہوں۔ وانا اخذ بحجزکم۔ کمر سے پکڑ پکڑ کر کھینچتا ہوں۔ وانا انقذکم منھا۔ اور یہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا۔ تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ کوئی نجات کا راستہ نہیں تھا۔ خدا نے اپنے رسول کے ذریعہ نجات دی۔ آپؐ ایک ایک کے پاس گئے۔ اپنوں کے پاس، غیروں کے پاس، رشتہ داروں کے پاس گئے، ابوطالب اپنے چچا کو وفات کے وقت بھی کہا کہ میرے چچا میرے کانوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں چپکے سے لاالہ الااللہ کہدے کہ میں قیامت کے دن تیری سفارش کرسکوں۔ اپنی بیٹی فاطمہ کو کہا — یا فاطمہ انقذی نفسکِ من النار — اپنی جان کو آگ سے خود بچائے، بیویوں کے پاس بچوں کے پاس گئے۔

امت کی فکر ایک ایک فرد کی فکر ہے، امت کی فکر ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ایک رات نماز میں آیت تلاوت فرمائی: ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک عزیز حکیم۔ تو صبح تک یہی آیت دہراتے رہے جو خدا سے ایک خاص انداز میں رحم اور مغفرت کی درخواست ہے کہ اگر تو ان انسانوں کو عذاب دے، آگ میں ڈالے تو ڈال سکتا ہے کیونکہ یہ سب تیرے غلام ہیں بندے ہیں۔ بندہ مالک کے سامنے کیا کرسکتا ہے۔ لیکن اگر تو ان کو بخشدے تو بیشک کوئی تیرے آڑے نہیں آسکتا۔ تو عزیز ہے۔ اپنے ارادوں کو پورا کرسکتا ہے۔ کوئی روک نہیں سکتا۔ اور تو حکمتوں والا ہے۔ تو حضورؐ رات بھر اس آیت کو نماز میں رو رو کر دہراتے رہے اور خدا سے امت کے لئے مغفرت کی طلب فرماتے رہے۔ کہیں سنا کہ جلسہ ہورہا ہے، کہیں میلہ لگا ہوا ہے، کہیں مجلس میں لوگ جمع ہیں، وہاں پہنچ گئے۔ لوگوں کے گالی گلوچ کی پرواہ نہ کی، پتھروں کی پرواہ نہ کی۔

طائف کا واقعہ طائف کا واقعہ تو معلوم ہے کہ کس کس طریقہ سے اللہ کے رسول نے حق ادا کیا۔ طائف جانتے ہیں جو حجاز کا گرم مقام ہے خاص موسم میں عمائدین ملک، قوم کے بڑے وہاں جمع ہوتے تھے۔ ایک خادم حضرۃ زید کو ساتھ لے کر طائف پہنچے ایک ایک مجلس میں، بیٹھک میں گئے۔ لاالہ الااللہ کی دعوت پیش کرتے رہے۔ ہر جگہ طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہوئی، لوگ مذاق اڑاتے۔ ایک بدبخت عبد یالیل نے تو حد کر دی مذاق کی، اور کہا کہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں کو تو دیکھو نبوت کے لئے کیا خدا کو وہ شخص ملا جس کے پاس سواری کیلئے ایک گدھا بھی نہیں، اور وہ پیدل پھرتا ہے۔ شہر کے غنڈے اور اوباش پیچھے لگا دئے اور حضورؐ پر پتھراؤ کیا گیا۔ مگر وہ کہتے رہے کہ: یاایھا الناس قولوا لاالہ الااللہ۔ ادھر سے صرف یہی دعوت تھی کہ کوئی معبود نہیں سوائے رب العالمین کے، ادھر سے بوچھاڑ ہوتی حضرت زیدؓ خادم خاص ساتھ ہیں، فرماتے ہیں کہ جسم لہولہان ہوگیا۔ اور جوتے مبارک خون سے بھر گئے اس حالت میں حضورؐ کو شہر سے نکالا گیا۔ یہاں تک کہ سر کے بل گرا دیا گیا۔ حضرت زید نے حضورؐ کو اٹھایا، ایک پہاڑی موڑ قرن الثعلب تک اٹھا کر لے آئے وہاں ایک باغ تھا، جا کر حضورؐ کو وہاں لٹا دیا۔ حضورؐ کو ناتوانی اور خون نکلنے کی وجہ سے بے ہوشی آگئی۔

صبر و تحمل کے سمندر میں طوفان حضرت زیدؓ نے پانی وغیرہ ڈال دیا، جسم مبارک دھویا اور آپ کو کچھ ہوش آیا، آنکھیں کھولیں تو اپنی بے کسی اور اپنی امت کے ہاتھوں سب کچھ جو حضورؐ پر گذر رہا تھا اس کا خیال آیا اور وہ جو صبر و تحمل کے سمندر تھے، لیکن آج آخر اس سمندر میں طوفان آہی گیا۔ اور خدائے ذوالجلال کے سامنے صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تو حضرت زیدؓ نے اس طوفان کے چند قطرے نقل کئے ہیں جو کتابوں میں محفوظ رہ گئے ہیں ورنہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا کچھ حضورؐ نے اللہ سے مناجات کی ہوگی۔ کیا راز و نیاز ہوا ہوگا۔ کیا شکوے اور شکایات ہوئے ہوں گے۔ اس طوفان کے چند قطرے حضرت زید نے نقل کئے ہیں کہ حضورؐ نے ہوش میں آنے کے بعد فرمایا: اللھم الیک اشکو بثی و حزنی وھوانی علی الناس۔ اے اللہ تو دیکھ رہا ہے میری پراگندہ حالی اور غم، اور یہ سب کچھ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ وھوانی علی الناس۔ میں تو لوگوں پر ہلکا ہوگیا ہوں۔ انسانوں نے تو مجھے بہت ہلکا سمجھ لیا ہے۔ اور میری ظاہری و باطنی سب کچھ تو جانتا ہے۔

آگے فرمایا: الی من تکلنی الی عدو یتجھمنی اوالی صدیق ملکتہ امری۔ اے خدا تو کن لوگوں کو مجھے سپرد کرتا ہے۔ دشمنوں کے سپرد کرتا ہے جو ہر طرف سے مجھ پر ہجوم کرنے لگے ہیں۔ یا چاہے اپنے دوستوں کے حوالے کر دے، اب آگے حضورؐ کو خیال آیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہوجاتے۔ کہ میں ان مصائب اور تکالیف کا شکوہ کرنے لگا ہوں تو دعا کا رخ بدل دیا اور فرمایا: اعوذ بنور وجھک الکریم الذی اضاءت لہ السمٰوٰت والارضین۔ اے اللہ تیرے چہرے کے نور اور جگمگاہٹ کی پناہ مانگتا ہوں وہ چہرہ انور جس سے کائنات قائم اور روشن ہیں، میں اس ذات کی پناہ مانگتا ہوں جس سے ظلمتیں روشنی میں بدل جاتی ہیں۔ تیری مغفرت اور خوشنودی ہی میں میری عافیت ہے، کہیں تیرا غضب مجھ پر نہ ٹوٹے۔ ولک العتبیٰ حتی ترضیٰ۔ اے اللہ مجھے تو منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہوگا میں اسی طرح پہاڑوں میں صحراؤں میں جنگلوں میں تیری آواز پہنچاتا رہوں گا۔ اسی طرح گالی گلوچ اور اسی طرح پتھر کھا کھا کر تیرا پیغام پہنچاتا رہوں گا۔ میرا تیرے اوپر کوئی احسان نہیں، تیرا ہی مجھ پر کرم ہے کہ مجھے اس کام کے لئے چن لیا۔

اب یہ طوفان ذرا تھم گیا۔ تو حضرت جبرئیل نمودار ہوئے اور فرمایا کہ سن لیا سن لیا تیرے رب نے وہ تیری نگہبانی کر رہا ہے۔ جنہوں نے تجھے رد کر دیا وہ بھی اس کی نگاہوں سے مخفی نہ تھے۔ تیری فریاد نے پوری کائنات کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ان پہاڑی لوگوں کے لئے پہاڑوں کا فرشتہ بھیج دیا ہے۔ فقد بعث الیک ملک الجبال۔ کہ دنیا کے پہاڑ اس کے ایک اشارے پر اٹھتے ہیں۔ اور آبادیوں کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہیں۔ اب یہ طائف کے بڑے بڑے پہاڑ جن کے درمیان یہ بستی محصور ہے یہ فرشتہ تیرے ایک اشارہ پر اٹھا کر اس بستی پر الٹ سکتا ہے۔ پہاڑوں کے فرشتے نے خود آگے بڑھ کر سلام کیا، اور کہا: یامحمد ذالک لک اے محمد اب یہ سب تیرے اختیار میں ہے۔ جیسے مرضی ہو تعمیل ہوگی۔ گویا اشارہ تھا کہ اے محبوب تو نے شکوہ کیا کہ میں ہلکا ہوگیا ہوں مگر تو تو ساری کائنات پر بھاری ہے۔ اگر کوئی چیز بھاری ہوگی تو منوں سے ٹنوں سے تولی جائے گی مگر آپ تو پہاڑوں کے وزن سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آپ تو ہمالیہ پر بھی بھاری ہیں۔ یہ سارے پہاڑ اب آپ کے ایک اشارہ پہ اٹھائے جا سکتے ہیں۔ تو آپ کیسے ہلکے ہو سکتے ہیں۔ آپ تو اتنے بھاری ہیں کہ یہ پوری کائنات اور زمین و آسمان بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پ کے وزن کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بڑے بڑے ایٹم بم وہ کام نہیں کر سکتے جو تیرے ایک اشارہ سے انجام پا سکتے ہیں۔ اگر تیری مرضی ہو تو یہ ساری آبادی اور زمین تہس نہس کر کے رکھ دی جائے۔ حضورؐ نے پہاڑ کے فرشتے کے جواب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اے اللہ یہ نادان ہیں۔ نادانی کی وجہ سے میری عظمت اور حقیقت سے بے خبر ہیں نادانی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اور فرشتوں سے فرمایا کہ میں مایوس نہیں ہوں کہ ان لوگوں کی پشتوں سے اور نسلوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو صرف اللہ رب العالمین کی عبادت کریں۔

بدر میں چند ساتھی ہیں تو حضورؐ رو رو کر گڑگڑاتے ہیں کہ اے اللہ یہ مٹھی بھر جماعت بھی اگر آج مٹ گئی تو کس نماز سے حضورؐ نے فرمایا کہ، لن تعبد۔ اے رب پھر قیامت تک تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔ معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان ہوں، میرے بعد کوئی نبی، کوئی صحابہؓ کوئی جماعت کوئی امت تو آئے گی نہیں، اب اگر بدر میں یہ مختصر جماعت بھی ختم ہو گئی تو پھر عبادت کرنے والا کون آئے گا۔ بہرحال حضورؐ نے کیسے کیسے انداز میں امت دعوت و اجابت کا حق پورا کیا۔ اس کا تو کوئی حد و حساب نہیں۔

حجۃ الوداع میں امت کا اقرار و اعتراف حجۃ الوداع میں آپ نے آخری خطبہ میں امت سے بھی اس بات پر گواہی دلوائی، ایک لاکھ سے اوپر صحابہؓ سے دریافت کیا، ھل بلغت۔ کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں۔؟ فریضۂ نبوت ادا کر دیا یا نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ ادیت الامانۃ۔ تو نے امانت ادا فرما دی۔ ووفیت العھد۔ اور خدا سے کیا گیا عہد پورا کر دکھایا ــ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔ فرمایا، اللھم اشھد۔ انگلی آسمان کیطرف اٹھا کر فرمایا: اے اللہ ان لوگوں کی گواہی پہ گواہ ہو جا یہ سب میرے حق میں گواہی دیتے ہیں۔

شہادت حق اتنی جرأت اور شرح صدر سے فرمائی کہ خود فخر کے طور پہ کہا کہ اے اللہ گواہ ہو جا کہ میں اپنی ذمہ داری ادا کر چکا۔ تو جو حق تھا حضورؐ پہ انسانوں کا اسے بھی پورا فرمایا۔ حیوانات کا بھی اور فرشتوں کا بھی، اور جنات کا بھی حق متعین کر دیا اور انسانوں کے مختلف طبقات کے باہمی حقوق بھی واضح کر دئے۔

شان رحمۃ للعالمینی اور یہ تو الگ موضوع ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔ کہ وہ رحمت ہیں۔ تو صرف انسانوں کے لئے نہیں، صرف جنات کے لئے نہیں بلکہ عالمین کے لئے۔ اور خدا کے سوا کل مخلوقات یعنی ماسوائے اللہ کو عالمین کہتے ہیں۔ آسمانوں کی کائنات، زمین کی کائنات، چاند اور سورج کی کائنات، فرشتوں کی کائنات، حیوانات چرند اور پرند کی کائنات یہ سب الگ الگ عالم ہیں۔ اور قرآن کہتا ہے کہ یہ رسول ان تمام کائنات کے لئے بنی رحمت ہیں ــــ اب رحمت کیا چیز ہوتی ہے۔ رحمت، جیسے ہمارے لئے ہوا ہے ہم ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ مچھلیوں کے لئے پانی ہے۔ مچھلی پانی میں ہے تو رحمت میں ہے اسے پانی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکالدو تو رحمت ختم ـــ الغرض رحمت اتنی قیمتی چیز ہے جسے کائنات کا ہر ذرّہ محتاج ہے۔ اس لئے اللہ رحمان و رحیم کی رحمت وسیع ہے۔ وسعت رحمتی کل شیئ ـــ وسعت کل شیئ رحمۃً وعلماً ـــ تو حضورؐ کی ذات بھی کائنات کے لئے ایسی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی اور دیگر جانداروں کے لئے ہوا۔ جس کے بغیر کائنات کی بقاء ہو ہی نہیں سکتی۔

ہر طبقہ کے حقوق کا تعین احادیث اور فقہ پڑھیں تو آپ کو گائے اور بیل کا حق جانوروں کا حق۔ ایک ایک حق تفصیل سے ملے گا۔ فرشتوں کے بھی حقوق، جنات کے بھی حقوق سے ذخیرۂ کتب بھرا ہوا ہے۔ پھر مردوں کے حقوق الگ عورتوں کے الگ بچوں کے الگ، بوڑھوں اور مریضوں کے الگ۔ کونسا طبقہ ہے انسانوں کا جس کا حق متعین نہ ہو چکا ہو۔ اس سے پہلے بنی نوع انسانیت کس ظلم اور جہالت میں مبتلا تھی کہ ہر شخص صرف اپنے کو انسان سمجھ رہا تھا۔ دوسروں کو نہیں ہر ایک نے الگ الگ خدائیاں قائم کر رکھی تھیں۔ کہیں رنگ کے نام تفاوت کہیں قوم کے نام پر امتیازات کہیں زبان کے نام پر جھگڑے۔

منشورِ انسانیت حضورؐ نے اپنے آخری خطبہ میں بھی جو منشور ہے انسانیت کا۔ سب چیزیں ایک بار پھر واضح کر دیں فرمایا: کلکم بنو آدم وآدم من تراب۔ اے بنی نوع انسان تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ اب جبکہ سب انسانوں کی سرشت مٹی سے ہے۔ کوئی سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے نہیں بنا نہ اس کے خمیر میں یہ چیزیں شامل تھیں۔ تو انسانیت کی سرشت کے لحاظ سے سب برابر ہو گئے۔ تو اب یہ امتیازات کہاں سے آگئے۔ اگر کوئی یورپ کا ہے یا امریکہ کا، افریقہ کا ہے یا ایشیا سب کی نوع ایک ہے اور سب اس میں برابر۔

رنگ ونسل کے جھگڑے اور فرمایا: لا فضل لعربی علی عجمی۔ اب نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر ـــ آج جو قومیت کی لعنت پوری دنیا پر مسلط ہے۔ اور مسلمان بھی اس بت کی پوجا کرنے لگے ہیں۔ حضورؐ نے اس خطبہ میں اس بت کو بھی پاش پاش کر دیا۔ اور آج جو سیاہ وسفید کے جھگڑے ہیں، کالے گورے کے امتیازات ہیں۔ تو حضورؐ نے اس کو بھی ختم کراتے ہوئے فرمایا: ولا للاسود علی لاحمر ولا للابیض علی الاسود۔ کالے پر گورے کو کوئی فضیلت حاصل نہیں نہ کالے کو گورے پر ـــ آج بڑے فخر سے امریکہ والے دعوٰی کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ علمبردار بنتی پھرتی ہے کہ ہم نے بنیادی انسانی حقوق دنیا کو دئے تو غلط کہتے ہیں حضورؐ نے چودہ سو سال پہلے اس سے اعلیٰ و اکمل ترین بنیادی حقوق انسانوں کو عطا فرمائے۔ یورپ والوں نے جھوٹ کہا انہوں نے عمل نہیں کیا۔ آج بھی امریکہ میں سفید فام اور سیاہ فام کے جھگڑے چل رہے ہیں وہاں کالوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک نہیں کیا جاتا۔ ان کے چڑھنے کی لفٹ تک الگ ہیں ہسپتال اور سکول بھی الگ ہیں گاڑیاں اور گاڑیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے راستے تک الگ ہیں آئے دن کالے اور گورے پر فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ اور حضورؐ کے ہاں ایک کالا تھا حضرت سیدنا بلال حبشیؓ اور حضورؐ نے فرمایا کہ گورے کو کالے پر فضیلت نہیں۔ تو عملاً بلال کو کتنا بڑا مقام دیا؟ ایک رات صبح اٹھ کر فرمایا اے بلالؓ تو کونسا عمل کرتا ہے۔ کہ میں نے تجھے خواب میں جنت میں دیکھا کہ تو مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے۔ میں تیرے جوتوں کی آہٹ سن رہا تھا گو وہ سبقت خادمِ خاص کی سبقت تھی جو مخدوم سے آگے آگے جاتا ہے۔ تو اس قربِ خاص کی انہیں بشارت دی گئی اس کالے کو قریش کے سردار حضرت سیدنا عمر فاروقؓ جن کے نام سے قیصر و کسریٰ لرزتے تھے۔ انہیں حضرت عمر مخاطب کرتے تو یا سیدنا کہتے اسے ہمارے سردار۔ تو صہیب کو بلالؓ کو عمار کو، فاروق اور صدیق عثمان غنی اور حیدر کرار کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کر دیا۔ یہ امتیازات عملاً مٹا کر دکھا دئیے۔

مساوات مگر کونسی ؟ قانون کی بات آئی آئین اور سیاست کی بات آئی تو فرمایا کہ اس میں بھی مساواتِ انسانی ہے۔ یعنی انسانی مساوات معاشرتی مساوات قانونی مساوات آج بھی ہم مساوات کے نعرے سن رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مساوات یہی ہے کہ ایک کا مال چھین کر دوسروں کو دیدو دوسرے کا تیسرے کو دیدو ـــ یہ معیشت کی مساوات، جبر و ظلم، غصب و نہب کی مساوات، مال و دولت کی مساوات اسلام میں نہیں باقی ساری مساوات تھیں۔ آج ساری انسانی مساوات ختم ہوگئیں اور ایک مادی مساوات کا نعرہ باقی رہ گیا۔ انسانی قدروں کی مساوات فنا ہوگئی، معاشرتی مساوات ختم ہوگئی۔

حضورؐ کی معاشرتی مساوات نبی کریم راستہ میں چلتے پھرتے ہیں صحابہؓ فرماتے ہیں کہ کبھی ہم سے آگے ہیں کبھی برابر کبھی پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہٹو بچو کے نعرے ہوں گے اور آگے ہی رہیں گے۔ کوئی خاص مسند نہیں نشست کے لئے۔ جہاں جگہ مل گئی وہیں بیٹھ گئے۔ سفر میں کام کاج کا وقت آیا ساتھیوں کے ساتھ ہاتھ بٹانے لگے، برابر کام بانٹ دیا خود بھی حصہ رکھا۔ تو نشست برخاست چال ڈھال میں کہیں بھی فضیلت اور برتری نہیں کہ میں حاکم ہوں، باقی محکوم۔

حضرت انسؓ جان نثار خادم ہیں فرماتے ہیں کہ دس سال میں حضورؐ کی خدمت میں رہا ہوں ان دس سال میں بھی حضورؐ نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ کیوں ایسا کیا۔ ما قال لی فی شیئی لم فعلت۔ کچھ غلطی ہوگئی کام میں گڑبڑ ہو گئی، مگر حضورؐ نے کیوں تک نہیں کہا۔

قانونی مساوات اور جہاں خدا کے حکم قائم کرنے، حدود قائم کرنے کا موقع آتا ہے تو فرماتے ہیں:
اقیموا حدود اللہ علی القریب والبعید۔ اے لوگو! اللہ کا جو حکم ہے جو حد ہے اسے اپنے پرائے سب پر لاگو کرنا ہے۔ ایک عورت فاطمہؓ نامی بنی مخزوم سے ہے، جو ایک زور آور قبیلہ تھا، اس نے چوری کی اب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کا حکم تھا کہ چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے بنی مخزوم کو یہ بات بڑی ناگوار گزری کہ ہم شرفاء ہیں اور اتنے بڑے خاندان کی ایک خاتون کا ہاتھ کاٹنا تو بڑے عار کی بات ہوگی۔ سب پریشان تھے سفارش کے لئے کسی کو ڈھونڈنے لگے کہ حضورؐ سے سفارش کرے۔ کسی کو اتنی جرأت کہاں کہ حضورؐ سے سفارش کرسکے، حضرت اسامہؓ جو خادم خاص حضرت زیدؓ کے صاحبزادے ہیں جس سے محبت اولاد کی طرح ہے تو سب نے اسامہؓ سے سفارش کروانا چاہی، ان کے پاس جاکر منت سماجت کی، راضی کیا۔ حضرت اسامہؓ نے سفارش کی مگر ان کی بات سنتے ہی حضورؐ کا چہرۂ انور سرخ ہوگیا اور فرمایا: اَفِی حدٍّ من حدود اللّٰہ۔ کیا اب خدا کی حدود میں، قوانین میں اور عدالت کے فیصلوں میں بھی سفارشیں ہونے لگی۔ حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ پچھلے لوگ بھی اسی وجہ سے ہلاک کر دئے گئے کہ وہ اپنوں کو بچاتے تھے اور صرف غریب اور ضعفاء پر حدود قائم کرتے تھے، کسی شان و شوکت والے، خاندان اور قبیلے والے کو جرم کرنے پر معاف کردیا جاتا تھا اور تاریخی جملہ تو آگے ارشاد فرمایا کہ: واللّٰہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعتُ یدھا۔ یہ تو فاطمہ بنی مخزوم ہے۔ اگر معاذ اللہ فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری صاحبزادی میری لخت جگر سے بھی یہ غلطی سرزد ہو جاتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ تو بہر حال حضورؐ نے امت کے حقوق پورے فرمادئے۔ کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب ہم پر بھی کوئی حق ہے یا نہیں؟

حضورؐ کا اولین حق امت پر تو امت پر حضورؐ کا کیا حق ہے؟ ایک تو یہ کہ امت حضورؐ سے محبت کرے۔ جذباتی محبت والہانہ شیفتگی اور قلبی تعلق۔ اور حضورؐ سے جو محبت ہوگی وہ ساری کائنات سے بڑھ کر ہونی چاہئے، خود آپ نے فرمایا کہ: لایؤمن احدکم حتی اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ جب تک اپنے والدین سے اپنی اولاد سے ساری بنی نوع انسان سے بڑھ کر مجھے محبوب نہیں سمجھے گا۔ تو وہ مؤمن نہیں کہلا سکے گا۔ پھر یہی نہیں بلکہ اپنے خواہشات اپنی تمناؤں اپنی امیدوں اپنے کے بارہ میں کیا کرے گا۔؟ ایک صحابیؓ نے آکر کہا یا رسول اللہؐ مجھے آپ سے محبت ہے۔ فرمایا سوچ لو یہ معمولی بات نہیں ہے پھر کہا مجھے محبت ہے آپ سے تو فرمایا: دع نفسک ثم تعال۔ کہ نفس کو خواہشات کو اپنے سے الگ کردے پھر دعوٰی محبت کرکے آ۔ اپنی ناجائز خواہشات، نفسانی تمناؤں کی قربانی دینی ہوگی۔ اور محبت حقیقی تو وہ ہے کہ جس کے ساتھ خود بخود اطاعت آجائے۔

دوسرا حق تو حضورؐ کا دوسرا حق اطاعت ہے۔ دعوٰی تو محبت کا سب کو ہے۔ مگر محبت تب صحیح ہوگی کہ اس کے ساتھ اطاعت ہو، ایک شخص کہتا ہے کہ میں تو ہر وقت روتا پیٹتا ہوں۔ آپ کے عشق میں تڑپتا اور مرتا ہوں مگر کسی کام میں آپ کی اطاعت اور تابعداری نہ کرے آپ کی کوئی ادا اور طرز اور طریقہ اس کو پسند نہ آئے کوئی سنت اس کو محبوب نہ ہو تو آپ کہیں گے کہ یہ تو مذاق کرتا ہے تو محبت صرف رونے پیٹنے کی محبت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس میں اطاعت نہ ہو وہ نجات نہیں دے سکتی۔ آپ کو معلوم ہے حضرت ابوطالب کو کتنی محبت تھی آپؐ کے ساتھ مسلمانوں میں سب سے زیادہ محبت ابوبکر صدیقؓ کو تھی اور ایمان نہ لانے والوں میں سب سے بڑا عاشق حضورؐ کے چچا ابوطالب تھے۔ بچپن سے پالا پوسا، گود میں لیا، کاندھوں پر اٹھایا، کتنی مشقتیں آپ کی وجہ سے حضرت ابوطالب نے جھیلیں، ساری عمر دشمنوں سے مقابلے کئے۔ آپؐ کی خاطر تین سال تک شعب ابی طالب میں گرفتار رہے۔ عشق تھا، محبت تھی خدمت کی بھتیجے کی، مگر کیا ابوطالب کو ایسی محبت سے نجات مل گئی؟ نہیں حضورؐ نے وفات کے وقت بھی کہا کہ چپکے سے میرے کان میں لاالہ الا اللہ کہدو۔ تو اللہ کے ہاں میرے لئے شفاعت کا راستہ کھل جائے گا۔ کہا جانتا ہوں کہ تو سچا ہے، تیرے ساتھ محبت بھی ہے۔ لیکن یہ ابوجہل، ابولہب یہ بڑے سرغنہ جو جمع ہیں وہ ہنسیں گے کہ بڈھا ڈر گیا موت کے وقت، تو جہالت آڑے آگئی۔ کہ موت کی سختیوں سے ڈر کر باپ دادا کا دین چھوڑ دیا۔ اس لئے ایمان نہ لائے، محبت کتنی تھی مگر ایمان میں حضورؐ کی پیروی نہ ہوئی۔ تو مسلم شریف میں ہے کہ ابوطالب کے بارہ میں حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے اسے جہنم میں دیکھا۔ مگر وہاں بھی اس عشق و محبت کی وجہ سے خدا نے اتنی لاج رکھدی تھی کہ آپؐ نے فرمایا کہ ابوطالب کا سارا جسم آگ سے بچا ہوا ہے۔ لیکن جوتوں کے جو تسمے ہیں وہ جہنم کی آگ کے ہیں۔ جو دنیا کی آگ سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ ایک ذرہ بھی جہنم کی آگ کا اگر دنیا میں آجائے تو ساری دنیا بھسم ہو جائے ــــ تو حضورؐ نے فرمایا کہ صرف جوتوں کے تسموں کی وجہ سے بھی ابوطالب کا دماغ کھول رہا ہے۔ قیام تو بہر حال جہنم میں ہے۔ ایمان نہ لاکر نری محبت سے نجات نہ ہو سکی۔ گو جہنم میں آپ کو اے کلاس دی گئی۔ مگر ٹھکانہ وہی جہنم رہا۔ تو جس محبت میں اطاعت اور تابعداری نہ ہو گی وہ کافی نہیں ہو گی۔

محبت کا معیار محبت کا معیار یہ ہے کہ حضورؐ کی ادائیں ہمیں پسند ہیں یا ناپسند۔ حضورؐ کی بھی تو ادائیں تھیں، چلنے میں، پھرنے میں کھانے پینے میں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں حضورؐ کا بھی کوئی طریقہ تھا۔ وہ ادائیں محبوب ہیں یا نہیں؟

اگر ان طریقوں سے اور اداؤں سے محبت نہیں نفرت ہے تو معلوم ہوا کہ زبانی محبت ہے حقیقی نہیں، ورنہ محبوب کی ہر ادا خود بخود انسان اپناتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ کتنے بڑے بڑے بزرگ تھے جو ہر قدم رکھنے میں لباس پہننے میں کھانے پینے میں دیکھتے تھے کہ حضورؐ کی سنت کی مخالفت نہ ہو جائے۔ ایک بزرگ کو تو اتنا اہتمام تھا کہ ایک دفعہ غلطی سے موزہ پہلے بائیں پاؤں میں پہن لیا۔ تو رسول اللہ کے عاشق تھے غلطی ہو گئی کہ حضورؐ کی ادا پہلے دائیں پاؤں میں پہننے کی تھی تو انہیں اتنا دکھ ہوا کہ تقریباً ۳۰ من گندم اس نادانستہ غلطی کی سزا میں بطور کفارہ ادا کر دیا۔ اپنے اوپر جرمانہ لگایا۔ ایک اور عالم محمد بن اسلم نے ساری زندگی تربوز نہ کھایا۔ کتنا میٹھا لذیذ پھل ہے۔ حلال چیز ہے مگر انہوں نے اس لئے نہ کھایا کہ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضورؐ نے کھایا تو سہی مگر کس طرح کھایا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھایا یا کیسے ؟ کتابوں سے ان کو کیفیت معلوم نہ ہو سکی تو اب سوچتے تھے کہ اگر تربوز کھاؤں اور حضورؐ کا طریقہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نادانستہ مخالفت نہ کر بیٹھوں۔ یہ ادائیں تھیں ان لوگوں کی، وہ حلال خواہشات اور تمناؤں سے بھی دست بردار ہو جاتے تھے کہ کہیں حضورؐ کی سنّت کی مخالفت نہ ہو جائے ۔ حضرت شبلیؒ معروف صوفی اور بزرگ گذرے ہیں، حالتِ نزع میں ہیں کمزور اور بیمار ہیں نحیف و نزار ہیں نماز کا وقت آ گیا شبلیؒ نے فرمایا کہ مجھے وضو کرا دیا جائے، ساتھیوں نے بڑی تکالیف سے آپ کو وضو کرایا، سکراتِ موت طاری تھے۔ پھر بعد میں خیال آیا کہ مجھ سے تو خلال رہ گیا خلال ایک سنّت ہے۔ تو دکھ ہوا کہ مجھے خلال کیوں نہیں کرایا گیا اب دوبارہ وضو کراؤ۔

سب نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو معذور ہیں بیمار ہیں حرکت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ بڑی مشکلات سے ایک دفعہ وضو کرا دیا ہے۔ مگر کہا کہ مجھ پر جب سکراتِ موت طاری ہیں تو ہو سکتا ہے کہ عنقریب میں حضورؐ کے پاس چلا جاؤں اور اب جب اپنے محبوب سے ملوں گا تو یہ نہیں چاہتا کہ ایسے وضو سے چلا جاؤں جس میں آپؐ کی کوئی سنّت چھوٹی ہوئی ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ بغیر خلال کے وضو پر اکتفا ہو۔ چنانچہ دوبارہ بڑی تکلیف سے حضرت شبلیؒ کو وضو کرایا گیا۔ خلال کرایا گیا اور اس کے بعد شبلیؒ کی روح پرواز کر گئی ۔

دی کس طرح سے جان تہِ تیغ داغ نے ۔۔۔ لب پر تبسّم اور نظر یار کی طرف

یہ کیسے لوگ تھے کہ تہِ تیغ بھی محبوب کی طرف نظریں اٹھائے ہوئے تھے کہ محبوب کی ایک ایک حرکت اور جنبشِ ابرو پر اپنی حالت بدل دیتے تھے۔

صحابہؓ کا جذبۂ اطاعت یہ محبت کی خاصیت ہے کہ جہاں حقیقی محبت آ جائے تو اطاعت و تسلیم کیلئے فوج کی، پولیس کی، قانون اور عدالت کی ضرورت نہیں ہوتی جب ایک آواز گونجی ہے مدینہ کی گلیوں میں کہ :

یا ایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم ترحمون۔

اے مومنو یہ شراب یہ جوا اور قمار یہ سب غلط اور شیطانی کام ہیں۔ پس اسے چھوڑ دو، اس طرح اللہ کی رحمت کے سزاوار بن جاؤ گے۔

—— آیت مسلمانوں کے کان میں پڑتی ہے اور وہ لوگ جو صدیوں سے شراب پیتے چلے آ رہے تھے معاشرے میں شراب رچی بسی تھی مگر منادی حضرت علیؓ مدینہ کی گلیوں میں گھومتے ہوئے اعلان کرتے ہیں تو جس کے کان میں آواز آئی وہیں اس کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ گر پڑا۔ حکم آیا کہ شراب حرام ہے۔ تو جس نے ہونٹ میں شراب لی ہے تو یہ نہیں کہ چلئے یہ گھونٹ تو نگل لوں۔ بلکہ اُسے اُسی وقت تھوک دیا۔ ہم تو مٹکے بھی اذان سنتے سنتے پورا کر لیتے کہ چلو ابھی تو اذان اور اعلان ختم نہیں ہوا۔ ان کے گلے میں بے اختیار شراب اٹک کر رہ گئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے تھوک بیٹھے ، مدینہ کی گلیاں شراب کے ٹوٹے ہوتے برتنوں سے بھر گئیں ، نالیوں میں شراب بہنے لگی۔ اس واقعہ سے پروفیسر ٹوائن بی جیسے متعصب دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔ اور کہا کہ اسلام کے صرف اس ایک واقعہ کا بھی جواب نہیں ۔ تحریم خمر جیسے واقعہ جیسا ضبط و نظم اور ڈسپلن کا نمونہ کوئی اور امت پیش نہیں کر سکتی عورتیں راستے میں چلتے ہوئے جا رہی ہیں بازاروں میں ، گلیوں میں کہ حجاب اور پردے کی آیت ابھی نہیں اتری تھی اس دوران آیت اتری حجاب کا حکم آیا تو جو عورت جہاں تھی وہیں سر پہ دوپٹہ ڈال دیا منہ چھپا دیا ۔ اور راستوں میں جو عورت جہاں تھی آیت سنتے ہی وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی ۔ یا دیوار وغیرہ کی آڑ میں چھپ گئی کہ اب ایک قدم بھی بے حجابی میں آگے نہ اٹھا سکیں ۔

یہ حجاب کا واقعہ یہ تحریم خمر کا واقعہ یہ سب حقیقی محبت کے ساتھ سچی اطاعت کی نظیریں ہیں ۔ بہرحال وقت کم ہے اس لئے حضور اقدسؐ کے ان دو حقوق پر ہی اکتفا کرتا ہوں ۔ ایک محبت حقیقی دوسرا اطاعت جو محبت کا لازمی تقاضا ہے ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

بقیہ : علمائے سرحد

کتاب الآیات المبصرات عربی کی رد میں ہے ، انہوں نے اس کتاب میں مسکرات کے بارے میں حنفیہ کے مسلک پر تنقید کی تھی ، ۱۳۲۱ھ میں آپ نے ایک رسالہ اس کے جواب میں بزبان عربی لکھا ، قابل دید کتاب ہے ۔ غیر مطبوعہ ۔

اولاد :۔ پہلی اہلیہ سے مولانا حمد اللہ مرحوم ، مولانا عبید اللہ مرحوم اور حبیب اللہ مرحوم اور دوسری سے مولانا سعد اللہ صاحب اور مولانا میاں حاجی عطاء اللہ صاحب بقید حیات ہیں ۔

ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ / اگست ۱۹۱۷ء کو آپ کا وصال ہوا اور زیارت کاکا صاحبؒ میں تدفین ہوئی ۔

(مواد مولانا مفتی سیاح الدین صاحب سے لیا گیا ۔)

بقیہ : دینی مدارس

آنکھیں ڈال کر بات کرنا سیکھنا ہے ، مصائب کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا سیکھنا ہے ۔ تکالیف اور صعوبتوں کی خاردار جھاڑیوں کو پھولوں کی سیج سمجھ کر سر کرنا سیکھنا ہے ۔ اور ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ اور صحاح ستہ کی یاد باقی رکھنی ہے ۔ تو عربی مدارس کے اس وسیع ترین جھیل دارالعلوم دیوبند سے نکلے ہوئے تمام شیریں چشموں دینی مدارس کی بقاء کی ذمہ داری سنبھالنی ہوگی ۔ اور انہیں جان سے عزیز سمجھنا ہوگا ۔

© rasailojaraid.com